رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی اُمت سے محبت

مدرس: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ: ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ وَقَالَ عِيْسٰى عليه السلام: ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: ((اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ)) وَبَكٰى، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ — وَرَبُّكَ اَعْلَمُ — فَسَلْهُ مَا يُبْكِيْكَ؟ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَا قَالَ — وَهُوَ اَعْلَمُ — فَقَالَ اللّٰهُ: يَا جِبْرِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ (۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٦﴾﴾ (ابرٰھیم) ''میرے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے' پس جو لوگ میری پیروی کریں' وہی میرے ہیں اور جو میری نافرمانی کریں پس تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''۔ اور قرآن پاک میں موجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بھی تلاوت فرمایا: ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١١٨﴾﴾ (المائدۃ) ''اے اللہ! اگر تو میری امت کے ان لوگوں کو عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں' اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو ہے ہی غالب اور حکمت والا''۔ یعنی آپ کو عذاب و سزا کا پورا حق ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''اے میرے اللہ! میری اُمت' میری اُمت!'' اور آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو فرمایا: تم محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ —— اور اگرچہ تمہارا ربّ سب کچھ خوب جانتا ہے —— مگر پھر بھی تم جا کر ہماری طرف سے پوچھو کہ آپ کے اس رونے کا سبب کیا ہے؟ پس جبریلؑ آپ کے پاس آئے اور آپ سے رونے کی وجہ دریافت کی۔ آپ ﷺ نے جبریل کو رونے کی وجہ بتا دی۔ (یعنی یہ کہ اس وقت میرے رونے کا سبب اُمت کی فکر ہے۔ جبریل نے جا کر اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر دی) —— حالانکہ وہ تو ہر چیز کا جاننے والا ہے —— پس اللہ تعالیٰ نے جبریل کو فرمایا کہ محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ' اور ان کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچاؤ کہ آپ کی اُمت کے بارے میں ہم آپ کو راضی اور خوش کر دیں گے اور آپ کو کسی طور پر رنجیدہ اور غمگین نہیں کریں گے''۔

(۱) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب دعاء النبی لامته وبکائه شفقة علیهم۔

رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی دو آیات تلاوت کیں۔ ایک آیت سورۂ ابراہیم کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کی: اے میرے ربّ! ان لوگوں میں سے جنہوں نے میری پیروی کی وہی تو میرے ہیں' اور جنہوں نے میری نافرمانی کی تو آپ غفور رحیم ہیں۔ گویا انہوں نے بڑے ادب کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ وہ میری اُمت کے نافرمان اور خطاکار لوگوں کو بھی بخش دے ـــــ آپ ﷺ نے دوسری آیت سورۃ المائدۃ کی تلاوت کی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے حضور یہ التجا ہے کہ میری اُمت کے یہ لوگ خطاکار ہیں' اگر تو انہیں عذاب دے تو (دے سکتا ہے) وہ تیرے بندے ہیں' اور اگر تو ان کو بخش دے (تو بخش سکتا ہے)۔ تو غالب ہے حکمت والا ہے۔ گویا ان الفاظ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام اپنی اُمت کے نافرمان لوگوں کے حق میں اللہ کے حضور بخشش کی مؤدبانہ گزارش کر رہے ہیں۔ جب آپ نے ان دو عظیم القدر پیغمبروں کی اپنی اپنی اُمت کے خطاکاروں کے حق میں بخشش کی التجائیں سنیں تو آپ کا دل بھر آیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ اللہ کے حضور دعا کے لیے اٹھائے اور اپنی اُمت کے نافرمانوں کے لیے بخشش کی دعا کرنے لگے۔ آپ پر رقت طاری ہوئی اور آپ رونے لگے اور اُمتی اُمتی پکارنے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آپ کے پاس بھیجا کہ وہ آپ سے رونے کا سبب پوچھیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے بتایا کہ میں اپنی اُمت کے لیے پریشان ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل سے فرمایا کہ محمد (ﷺ) کو جا کر میرا یہ پیغام دے دو کہ ہم آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں خوش کر دیں گے اور رنجیدہ نہیں کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے دو جلیل القدر پیغمبروں کی دعائیں تلاوت کیں جن میں وہ اپنی اُمت کے گناہگاروں کی معافی اور بخشش کے بارے میں التجا کر رہے ہیں تو آپ ﷺ کو اپنی اُمت کا مسئلہ یاد آ گیا۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور رو رو کر اپنی اُمت کے گناہگاروں کے لیے بخشش مانگنے لگے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی اُمت کے حق میں شفیق اور رؤف ہوتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام میں افضل ہیں۔ رحمت اور راحت کا یہ جذبہ آپ کے اندر بدرجۂ اولیٰ تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ میری اُمت کا کوئی فرد بھی سزا نہ پائے۔ اس خواہش اور دعا کا اظہار آپ نے بار بار فرمایا ہے۔ چنانچہ مختلف احادیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن لوگوں کے گناہ بے حساب ہوں اور انہیں دوزخ میں ڈالا جانا ناگزیر ہو تو کچھ سزا پا لینے کے بعد انہیں جہنم سے نکال لیا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اس طرح آپ ﷺ کی شفاعت سے بہت سے لوگ جہنم سے چھٹکارا پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔

اس حدیث میں اُمت کے گناہگاروں کے لیے بڑی بشارت ہے۔ تاہم اس حدیث میں یا اس مضمون کی دوسری حدیثوں سے بخشش کی بشارت سن کر گناہوں پر دلیر ہو جانا کسی صورت بھی جائز نہیں۔ اس ضمن میں یہ یاد رہنا چاہیے کہ دوزخ کے عذاب کا ایک لمحہ بھی قابلِ برداشت نہیں ہے' اس لیے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا سے بھی زیادہ شدید ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد شفیق ہے اور وہ

اپنے بندوں کو کسی صورت عذاب نہیں دینا چاہتا۔ اس نے لوگوں کو جو دین دیا ہے وہ بھی آسان ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اَلدِّیْنُ یُسْرٌ)) کہ دین آسان ہے‘ اور پھر وہ انسانوں کے لیے تنگی نہیں‘ بلکہ آسانی چاہتا ہے: ﴿یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ز﴾ (البقرۃ:۱۸۵) ’’اللہ تمہارے لیے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تمہارے لیے تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔‘‘ اللہ تعالیٰ اتنا مہربان ہے کہ جو شخص بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کرتا ہے تو اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ وہ خود ہی معاف کر دیتا ہے: ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْہُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ﴾ (النساء:۳۱) ’’اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے باز رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ خود ہی معاف کر دیں گے‘‘۔ اسی طرح بھلائی کا ہر کام جہاں نیکیوں کا باعث ہوتا ہے وہاں گناہوں کو بھی مٹا دیتا ہے‘ مثلاً وضو کرنے سے گناہ جھڑتے ہیں۔ نمازیں‘ روزے‘ وضو گناہوں کو مٹاتے ہیں۔ حج انسان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ غرض ہر بھلائی کا کام گناہوں کو مٹاتا ہے۔ جب دین میں اتنی آسانی ہے اور بھلائی کے کام ثواب بھی دیتے ہیں اور گناہ بھی مٹاتے ہیں تو وہ لوگ کتنے بدنصیب ہیں جو ان سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کی جدوجہد نہیں کرتے بلکہ گناہوں پر دلیر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بخشش کی وسعت اور حضور اکرم ﷺ کا اُمتیوں کے حق میں اس قدر شفیق ہونا اور ان کی بخشش کے لیے حق تعالیٰ سے رو رو کر دعا کرنا اُمتیوں کے لیے اُمید افزا ہے‘ مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ گناہوں میں مشغول ہونا کسی خطرے کا باعث نہیں غلط ہے‘ بلکہ یہ رویہ انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ اگر اس حدیث سے گناہوں پر جری ہونے کا سبق ملتا تو اوّل صحابہ کرام ؓ‘ پھر تابعین‘ تبع تابعین اور بزرگانِ اُمت بے عمل ہو کر بیٹھ جاتے‘ عبادت میں مشقت نہ اٹھاتے‘ مگر ایسا نہیں ہوا۔

اس کو ایک مثال سے یوں سمجھیے کہ ایک آقا کی بہت اچھی شہرت ہے کہ وہ اپنے نوکر چاکروں پر سختی نہیں کرتا بلکہ ان کے ساتھ شفقت اور محبت کا رویہ رکھتا ہے۔ اگر کسی نوکر سے کوئی نقصان ہو جائے مثلاً برتن ٹوٹ جائے تو اس کو سخت سست نہیں کہتا۔ نوکروں میں سے ایک ایسا شخص ہے جو آقا کی نرمی دیکھ کر یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اب میں اپنے آقا کی نافرمانی کروں گا اور اس کو خوش کرنے والے نہیں بلکہ اس کی ناپسند کے کام کروں گا تو کیا اس نوکر کا یہ اچھا فیصلہ ہے؟ اس کا جواب یقیناً نفی کی صورت میں ہے‘ بلکہ نوکر کو تو ایسے شفیق اور مہربان آقا کی خدمت پہلے سے زیادہ کرنی چاہیے۔ چنانچہ اس حدیث کو سن کر ہر اُمتی پر لازم ہے کہ آپ ﷺ کی شفقت اور رحمت کی قدر کرے اور آپ کے احکام پر دل و جان سے عمل کرے۔ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کی تو اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دی گئی ہیں پھر آپ کیوں اتنی مشقت اٹھاتے ہیں کہ عبادت میں طویل قیام کی وجہ سے آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ یہ ہے رسول اللہ ﷺ کا اُسوۂ حسنہ جو ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

اس ضمن میں یہ بھی یاد رکھیے کہ کچھ گناہ ایسے ہیں جن کو اللہ نے بخشش کے قابل نہیں چھوڑا‘ مثلاً شرک‘ یہ ایسا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھی روک دیا ہے کہ وہ کسی مشرک کے لیے بخشش کی دعا کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے مشرک باپ کی بخشش کے لیے دعا سے روک دیا گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی

بخشش کے لیے دعا کی اجازت نہیں دی گئی' بلکہ فرمایا: ﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾﴾ (المائدۃ) ''بلاشبہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرے تو اللہ نے اس پر جنت کا داخلہ حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔ اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے''۔ لہٰذا اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی سے ڈرتے ہوئے آپؐ کے احکام پر آپ کی محبت سے سرشار ہو کر عمل کرنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہیے۔ ہر وقت خاص طور پر صبح تہجد کے وقت اپنی اور سب مسلمانوں کی بخشش کی دعا کرنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھنا چاہیے کہ یہ اللہ کا حکم بھی ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حق بھی کہ وہ اُمت کی بخشش کے حق میں کتنے حریص ہیں۔ ہاں اپنے گناہوں کو یاد کر کے مایوس نہیں ہونا' بلکہ آئندہ گناہوں سے تائب ہو کر سابقہ گناہوں کی بخشش کی اُمید رکھنا اور نیکیوں کا تہیہ کرنا چاہیے۔ ایک اور ضروری بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کے حقوق غصب کرنا ایسے گناہ ہیں جو متعلقہ بندوں سے دنیا کی زندگی میں ہی معاف کروانے ہوں گے' کیونکہ مرنے کے بعد جب میزانِ عدل قائم ہو گا تو حق داروں کا حق دینا ہو گا۔ وہاں دینے کو کچھ نہیں ہو گا تو حقوق کے بدلے نیکیاں دینی ہوں گی جن کی اس دن شدید ضرورت ہو گی۔

الغرض ہر مسلمان کو شرک سے بچنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ گناہ ناقابلِ بخشش ہے' چنانچہ شرکیہ افعال سے باخبر رہنے کی ضرورت ہے۔ پھر حقوق العباد کے معاملے میں انتہائی فکرمند رہنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے بموجب جس کے ذمہ کسی کا حق زمین' مکان' جائیداد' روپے پیسے یا گالی گلوچ کی صورت میں ہو گا وہ اسے بہرصورت دینا ہو گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ مداخلت نہیں کریں گے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے امیدوار کے لیے لازم ہے کہ وہ شرک کی ہر قسم سے دور رہے اور کسی کا حق اپنے اوپر نہ رہنے دے۔ اگر اس نے ایسا کر لیا تو وہ ضرور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی امید رکھ سکتا ہے۔ ۞

بقیہ: الفاتحہ اور قرآن کی سورتوں کا باہمی تعلق

﴿اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾﴾ (الانعام)

''بے شک میرے ربّ نے مجھے سیدھی راہ دکھادی ہے اور یہی وہ مستحکم دین ہے جو ابراہیم حنیف کا طریق زندگی تھا اور (سیدنا ابراہیم) مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

ایسے شخص کا دل پھر اللہ کی محبت سے معمور ہو جاتا ہے اور زبانِ حال سے وہ پکار اٹھتا ہے:

﴿اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾﴾ (الانعام)

''بے شک میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے' جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اللہ کا فرمانبردار بنتا ہوں۔''

اور یہی سورۃ الانعام کا مرکزی مضمون ہے: اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت پر دلائل و براہین کا قائم کرنا۔